اصول و مناہج تحقیق

ڈاکٹر محمد فیروز الدین شاہ

صدر شعبہ اسلامی و عربی علوم، جامعہ سرگودھا۔

محاضرہ دوم (Lecture 2)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بحث و تحقیق کی تفہیم۔۔۔ متنوع آراء کا مطالعہ:

تحقیق کا مفہوم:

تحقیق بھی عربی زبان کا لفظ ہے، جس کا مادہ ح،ق،ق ہے، جو شخص تحقیق کرتا ہے اس کو محقق کہا جاتا ہے، تحقیق کا مطلب ثابت کرنا، واضح کرنا، کھولنا، پالینا، منکشف کرنا، کوئی بات مخفی ہو، اس کی حقیقت پالینے کو اہل عرب " حقَّقتْ الامْرَ" سے تعبیر کرتے ہیں۔ تحقیق کے لغوی معنی چھان بین، تفتیش اور کھوج بھی بیان کئے جاتے ہیں، اس لحاظ سے کسی علمی مسئلہ یا موضوع سے متعلق ایسے انداز سے کھوج لگانا کہ زیر بحث مسئلہ کی حقیقی نوعیت روشن ہو جائے، اس تفتیش کے بعد موضوع بالکل واضح ہو جائے اور کسی طرح کا کوئی اشتباہ باقی نہ رہے۔ قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

﴿لَقَدْ حَقَّ الْقَوْلُ عَلٰی اَكْثَرِهِمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ﴾[1]

''ان میں سے اکثر لوگوں پر بات ثابت ہو چکی ہے سو یہ لوگ
ایمان نہ لائیں گے۔''

تحقیق انسان کی سب سے زیادہ علمی، بامعنی اور دوررس سرگرمی کا نام ہے۔ ابتدائے آفرینش سے انسان نے اپنے ماحول کو سمجھنے اور

---

[1] یٰس:7

اپنے مسائل کو حل کرنے کے لئے تحقیق کی طرف توجہ دی ہے۔[2] یہ ایک مسلسل عمل ہوتا ہے، اس میں اصلیت کا تعین حاصل شدہ معلومات پر مبنی ہوتا ہے۔[3]

تحقیق بظاہر ایک خشک اور صبر آزما فن ہے لیکن یہ ایک ایسے طلسم کی طرح ہے جس کے اندر ایک بار داخل ہو جائیں تو اس کے عجائبات اور حیرتیں شعور کے نئے دریچے کھول دیتی ہیں۔[4]

معروف عرب محقق ڈاکٹر عبد الہادی الفضلی (م 2013ء) تحقیق کی تعریف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> "جهد علمي يهدف إلي اكتشاف الحقائق الجديدة و التاكد من صحتها، و تحليل العلاقات بين الحقائق المختلفة"[5]
>
> یہ ایک علمی کوشش کا نام ہے جس کا ہدف نئی حقیقتوں کی از سر نو دریافت اور انہیں صحت و درستگی کے ساتھ ثابت کرنا ہے اسی طرح اس میں باہم مختلف حقائق کے مابین تعلق کا تجزیہ و تحلیل کرنا ہے۔

عرب محققین کے ہاں عمومی طور پر تحقیق کی تعریف ان الفاظ میں کی بیان کی گئی ہے:

> "هوالفحص والتقصى المنظم لمادةاى موضوع من اجل اضافة المعلومات الناتجه الى المعرفة الانسانية او المعرفة الشخيصة"[6]
>
> کسی بھی موضوع پر منظم طریقے سے غور و فکر اور چھان بین کرنا، تاکہ انسان علم و آگہی میں معلومات کا اضافہ ہو جائے۔

بحث و تحقیق میں فرق:

بحث و تحقیق میں بالعموم کوئی فرق نہیں کیا جاتا ہے۔ لیکن اہل عرب کے ہاں ان میں ایک فرق بیان کیا جاتا ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ بحث کی اصطلاح کسی نظری، فکری اور تصوراتی موضوع کی چھان بین اور تفتیش کے لئے استعمال ہوتی ہے جبکہ تحقیق کسی مخطوط کی تدوین (Editing) کے لئے۔ اسی طرح ایک فرق یہ بھی ہے کہ بحث تحقیقی عمل کے ابتدائی مرحلہ کو اور تحقیق جب یہ عمل مکمل ہو جائے تو اس انتہائی مرحلہ کو کہتے ہیں، گویا تحقیق میں جو کچھ ثابت ہوتا، اس کو پیش کر دیا جاتا ہے۔

بحث و تحقیق کی تفہیم۔۔۔ متنوع آراء کا مطالعہ:

---

[2] نثار احمد زبیری، تحقیق کے طریقے، ص 14۔

[3] رشید حسن خان، ادبی تحقیق مسائل اور تجزیہ (لاہور: الفیصل، 1989ء) ص 9۔

[4] ڈاکٹر رشید امجد، جدید زبانوں کی جامعہ میں اردو تحقیق، (اسلام آباد: اخبار اردو، اردو میں اصول تحقیق نمبر، اکتوبر 2002ء) ص 82۔ بحوالہ ڈاکٹر محمد اشرف کمال، تحقیق اور تدوین متن (لاہور: سٹی بک پوائنٹ، 2017ء) ص 12۔

5 عبد الهادى الفضلى، الدكتور، اصول البحث (قم: مؤسسة دار الكتاب الإسلامى، س ن) ص 12۔

[6] لمحات فى المكتبة والبحث والمصادر، ص 78۔

اصطلاحات کا معاملہ کچھ ایسا ہی ہے کہ اس میں متنوع اسالیب استعمال کر کے اس کے مدلولات کو واضح اور متعین کرنے کی کوشش کی جاتی ہے، اس حوالہ سے ذخیرہ کتب میں تحقیق کی تعریف سے متعلق بیانات میں غیر معمولی مماثلت ملتی ہے، چونکہ ادب میں تحقیق ایجاد کی بجائے دریافت اور بازیافت تک محدود ہوتی ہے اس لئے اس میں زیادہ تر نئے مواد کی تلاش اور پرانے مواد کی تصحیح و ترتیب پر توجہ مرکوز رہتی ہے، اسی لئے ادب میں تحقیق زیادہ مشکل کام ہے، کیونکہ دیگر اقسام میں معروضیت کے آلات اور پیمانے وضع ہو چکے ہیں، زیادہ سے زیادہ ان کی پیمائشوں کے بار زیر بحث آتے ہیں، لیکن ادبی تحقیق نے ابھی پیمانے بنانا شروع ہی نہیں کئے، اس لئے اس میں معروضیت قائم رکھنا بہت مشکل کام ہے۔ معروضیت کے بغیر کوئی بھی تحقیق اپنا جواز اور وثوق نہیں رکھتی اور پایہ اعتبار کو نہیں پہنچتی۔[7]

جہاں تک سماجی علوم کا تعلق ہے، ان میں بھی تحقیق ایجاد کا نام نہیں دریافت کرنے کا نام ہے، گمشدہ کڑیوں کو جوڑنے اور تلاش کرنے کا نام تحقیق ہے، اصل اور حقیقی روپ میں دیکھنے کا نام تحقیق ہے، تحقیق کے عمل ہی سے ہمیں چیزوں کی اصلیت نظر آتی ہے۔[8] ادبیات کے ماہرین نے تحقیق کا مفہوم بیان کرتے ہوئے خاصی مفصل گفتگو کی ہے، آمدہ سطور میں چند اہم محققین کی ذکر کردہ تعریفات اور ان کا اجمالی کا جائزہ پیش کیا جاتا ہے۔

ڈاکٹر سید عبداللہ (م1986ء) کے مطابق:

"تحقیق کے لغوی معنی کسی شے کی حقیقت کا اظہار اور اس کا اثبات ہے۔ اصطلاحاً یہ ایک ایسے طرز مطالعہ کا نام ہے جس میں موجود مواد کے صحیح یا غلط کو بعض مسلمات کی روشنی میں پرکھا جاتا ہے۔"[9]

تحقیق چھان پھٹک کا کام ہے یہ دودھ سے پانی الگ کر دیتی ہے۔[10] یہی وجہ ہے کہ معروف محقق قاضی عبد الودود نے تحقیق کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے:

"تحقیق کسی امر کو اس کی اصلی شکل میں دیکھنے کی کوشش ہے۔"[11]

---

[7] ایس ایم شاہد، ادبی تحقیق کی معروضیت، اخبار اردو (اسلام آباد: اکتوبر 2002ء) ص 36۔

[8] ڈاکٹر ایم سلطانہ بخش، اردو میں اصول تحقیق۔

[9] ڈاکٹر سید عبد اللہ، تحقیق و تنقید، در "اردو میں ادبی تحقیق" (مرتبہ) ڈاکٹر سلطانہ بخش (اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، 1986ء) ج 1، ص 29۔؛ ڈاکٹر سید عبد اللہ، مباحث (لاہور: مجلس ترقی ادب، 1965ء) ص 365۔

[10] ڈاکٹر حسن اختر ملک، تہذیب و تحقیق (لاہور: یونیورسل بکس، 1989ء) ص 15۔

[11] دیکھئے: عبد الستار دلوی، ادبی اور لسانی تحقیق۔۔اصول اور طریق کار (بمبئی: شعبہ اردو بمبئی یونیورسٹی، 1984ء)، ص 77۔ البتہ قاضی عبد الودود کی تعریف سے متعلق گیان چند نے تنقیدی کلام کرتے ہوئے لکھا ہے کہ " اس تعریف کے الفاظ کافی نہیں۔ اگر حقیقت افشا ہے تو اس کی اصل شکل کو دیکھنا تحقیق نہیں۔ اگر میں میز کرسی پر بیٹھا لکھ رہا ہوں اور گردن گھما کر ایک طرف پڑی کرسی کو دیکھتا ہوں تو یہ کوشش بھی ہے اور کرسی اپنی اصل شکل میں بھی دکھائی دیتی ہے۔ لیکن یہ تحقیق نہیں۔ کہنا چاہیے جب کسی امر کی اصل شکل پوشیدہ یا مبہم ہو تو اس کی اصلی شکل کو دریافت کرنے کا عمل

ذکر کردہ تعریف پر ناقدین کا نقد اپنی جگہ لیکن اس حقیقت کا انکار تو نہیں کیا جاسکتا کہ کسی امر کو اس کی اصل شکل میں دیکھنا کس قدر امر مہم ہے۔ ڈاکٹر رشید حسن خان جیسے عالی محقق نے وضاحت کی ہے کہ "کسی امر کی اصل شکل کی دریافت اس لئے ضروری ہوتی ہے کہ صحیح صورتحال معلوم ہوسکے۔ اس سلسلے میں جو شہادتیں مہیا کی جائیں اور جو معلومات حاصل کی جائیں وہ ایسی ہونی چاہئیں کہ استدلال کے کام آسکیں۔"[12]

اسی لئے ڈاکٹر جمیل جالبی نے تحقیق کی تعریف میں واضح کیا ہے کہ:

> کسی مسئلے یا کسی بات کی کھوج لگا کر اس طور پر اس کی تہہ تک پہنچنا کہ وہ مسئلہ یا وہ بات اصل شکل اور حقیقی روپ میں پوری طرح سامنے آجائے کہ اصل بات یا مسئلہ کیا ہے اور یہ بھی معلوم ہو جائے کہ ایسا کیوں ہے۔ تحقیق خواہ ادب کی ہو یا سائنس کی ہو یا زندگی کے کسی بھی شعبے کی، اس کی نوعیت اور اس کی منزل یہی ہوتی ہے۔ تحقیق کا کام سچ کو جھوٹ سے، صحیح کو غلط سے الگ کر کے اصل حقیقت کو دریافت کرنا ہے۔"[13]

غرض تحقیق کا ایک اہم فائدہ یہ بھی ہوتا ہے کہ اس میں جعل سازی اور سرقہ کھل کر سامنے آجاتا ہے۔ یہ درست اور غلط کو الگ الگ کر دیتی ہے۔۔۔ تحقیق کی مدد سے ہم بہت سی بے سروپا باتوں اور غلط روایات کی چھان بین کر سکتے ہیں، مصنفین اور ان کے فن تک رسائی تحقیق ہی کے ذریعہ ممکن ہے۔۔۔ سچ تو یہ ہے کہ تحقیق زندگی کی بازیافت کا نام ہے۔[14]

گیان چند نے "تحقیق کو سچ یا حقیقت کی دریافت کا عمل قرار دیا ہے"[15]

ڈاکٹر نجم الاسلام نے لکھا ہے کہ:

> "تحقیق ایک طرز فکر کے اثر سے پروان چڑھتی ہے، جو ہمیں شے کی حقیقت و حکمت جاننے کی طرف مائل کرتا ہے اور بیانات یا امور کی اصلیت کا کھوج لگانے پر آمادہ کرتا ہے۔"[16]

پروفیسر کلب عابد کے بقول:

تحقیق ہے۔ جیسا کہ مولانا کلب عابد نے واضح کیا تحقیق کا مادہ ح ق ق ہے۔ عربی میں اس کا مصدر اور اردو میں حاصل مصدر تحقیق ہے۔ اسے حق کا اثبات کہئے کہ حق کی دریافت"۔ تفصیل کے لئے دیکھئے: گیان چند جین، تحقیق کا فن (اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، 2003ء)، ص 9-10۔

[12] رشید حسن خان، ادبی تحقیق مسائل اور تجزیہ (لاہور: الفیصل، 1989ء) ص 8۔

[13] ڈاکٹر جمیل جالبی، تحقیق (لاہور: مجلس ترقی ادب، 1994ء) ص 11۔

[14] ڈاکٹر محمد اشرف کمال، تحقیق اور تدوین متن (لاہور: سٹی بک پوائنٹ، 2017ء) ص 13۔

[15] گیان چند، تحقیق کا فن (اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، 2003ء) ص 9۔

[16] ڈاکٹر نجم الاسلام، تحقیق کا روایتی اسلوب، در "تحقیق اور اصول وضع اصطلاحات پر منتخب مقالات" (مرتبہ) اعجاز راہی (اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، 1986ء) ص 147۔

"(تحقیق) کا مطلب ہے حق کا ثابت کرنا یا حق کی طرف پھیرنا۔۔۔کسی الجھے ہوئے یا غیر معلوم مسئلہ کو حل کرنے کے لیے تمام ضروری ماخذ و مصادر کی پوری چھان بین کر کے غیر جانب داری سے صحیح نتائج حاصل کرنے کی کوشش کرنا"۔[17]

عبدالرزاق قریشی نے اپنی تصنیف "مبادیات تحقیق" میں تحقیق کی تعریف پر جامع نکات پیش کئے ہیں، جن کا خلاصہ یہ ہے کہ:

"تحقیق کا مقصد نامعلوم حقایق کی تلاش اور معلوم حقایق کی توسیع یا ان کی خامیوں کی تصحیح ہے۔ ان دونوں کا نتیجہ حدودِ علم کی توسیع ہے اور حدودِ علم کی توسیع انسانی ترقی کا باعث ہے"۔[18]

نذیر احمد نے ایک ادبی محقق کے ذمہ کاموں کی تعیین کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

"ادبی محقق کے تین کام ہیں: نئے حقایق کی تلاش، حقایق کی تصدیق یا تردید اور حقایق کی تشریح و تعبیر"[19] نیز یہ کہ "تحقیق کا مطمح نظر حقیقت کی جستجو اور واقعے کی صداقت کی تلاش ہے۔"[20]

جبکہ عبدالستار دلوی کے نزدیک "تحقیق کسی مسئلے کے قابلِ اعتماد حل اور صحیح نتائج تک پہنچنے کا وہ عمل ہے، جس میں ایک منظم طریق کار، حقایق کی تلاش، تجزیہ اور تفصیل کاری پوشیدہ ہوتی ہے"۔[21]

الغرض تحقیق میں استناد، استدلال، استخراج اور استقراء کے طریقے استعمال کر کے حقائق کو منظر عام پر لانے کی کوشش کی جاتی ہے، اسی لئے اس عمل میں شعر و ادب، مبالغہ آرائی اور تصنع و تکلف کا کوئی دخل نہیں۔

مربوط اور منضبط فکری پیشکش کے حوالہ سے ڈاکٹر عتیق انجم کا بیان بہت بامعنی ہے کہ:

"محقق کا کام صرف حقائق کو جمع کرنا ہی نہیں بلکہ ان کی تشریح و تعبیر کرنا بھی ہے۔ حقائق جمع کرنا اور ان کی پوری درستی کا خیال رکھنا محقق کے کام کا لازمی جزو ہیں، لیکن یہ اس کے کام کی محض بنیاد ہے، اسے ہر معاملہ میں آخری فیصلہ کرنا چاہیئے"۔[22]

عموما تحقیق مروجہ حقایق کی تصدیق، نئے حقائق کی تلاش و جستجو، نظریات کی نظر ثانی، ان کی تاویلات و تعبیرات اور اثرات کے منظم مطالعہ و مشاہدہ پر مبنی ہوتی ہے تاہم یہ بھی واضح رہے کہ تحقیق شعبے کی نوعیت بدلنے سے مختلف ہوتی ہے، چنانچہ اسی بنیاد پر مختلف

---

[17] کلب عابد، عمادالتحقیق (علی گڑھ: شعبہ دینیات، علی گڑھ یونیورسٹی، 1978ء) ص 14

[18] عبدالرزاق قریشی، مبادیات تحقیق (بمبئی: ادبی پبلشرز، 1968ء) ص 4

[19] خلیق انجم، "ادبی تحقیق اور حقایق" مشمولہ تحقیق شناسی، مرتبہ: رفاقت علی شاہد (لاہور: القمر انٹرپرائز، 2003ء) ص 43

[20] نذیر احمد، "تاریخی تحقیق کے بعض بنیادی مسایل" مشمولہ تحقیق شناسی، ص 52۔

[21] عبدالستار دلوی، ادبی اور لسانی تحقیق، اصول اور طریق کار (بمبئی: شعبہ اردو بمبئی یونیورسٹی، 1984ء) ص 13

[22] عتیق انجم، ادبی تحقیق اور حقائق، سہ ماہی اردو، کراچی، جنوری 1968ء، ص 35۔

شعبوں (Discipline) میں اس کی تعریف میں بھی اختلاف سامنے آتا ہے۔ تجرباتی سائنس سے منسلک محققین پہلے Hypothesis یعنی فرضیہ وضع کرتے ہیں، اس کے بعد Experience یعنی تجربہ کرتے ہیں اور پھر اس تجربہ کے بعد Result یعنی نتیجہ اخذ کرتے ہیں۔ چنانچہ ڈاکٹر عطش درانی تحقیق کا مفہوم اور اس کی وضاحت کے ذیل میں تحریر کرتے ہیں کہ:

> "تحقیق بعض مفروضات (Assumptions) کے ساتھ تقابل کرتے ہوئے فرضیات (Hypotheses) کے حقایق دریافت کرنے میں مدد دیتی ہے۔ یہ منظم (Organized)، معروضی (Objective)، مدلل (Rational)، اور کلی (Holistic) طور پر انجام پاتا ہے"[23]

یہاں یہ امر واضح رہے کہ کچھ علوم منقولہ میں بالخصوص اسلامیات میں مفروضہ (Assumption) کے فنی استعمال میں گریز کرنا چاہئے، جامعات میں اعلی تحقیقی مراحل میں اس کا رواج ہو گیا ہے، جس کی تصحیح ہونی چاہئے، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ "فرضیہ تحقیق" کی جگہ "سوالیہ تحقیق" یا "مسئلہ تحقیق" کا عنوان اختیار کیا جائے، بالخصوص سماجی علوم میں سوالیہ تحقیق کی اصطلاح ہی زیادہ مناسب معلوم ہوتی ہے۔

کرافورڈ نے بھی تحقیق کی تعریف کے سلسلے میں کہا ہے کہ اس کی ابتداء کسی مسئلہ سے ہوتی ہے، پھر وہ مواد جمع کرتی ہے، اس کا تنقیدی تجزیہ کرتی ہے اور صحیح شہادت کی بنا پر کسی نتیجہ پر پہونچتی ہے۔[24]
روایتی علوم و آداب اور ان سے متعلق موضوعات میں سوالیہ تحقیق کی ہی اہمیت ہوتی ہے، اس ضمن میں ڈاکٹر تبسم کاشمیری نے بھی لکھا ہے کہ:

> تحقیق میں کسی مسئلے یا سوال کو لیا جاتا ہے۔ اس کے بعد اس مسئلہ کے بارے میں مواد فراہم کیا جاتا ہے۔ فراہمی مواد کے بعد اس کی تنقیدی جانچ پرکھ کی جاتی ہے، جب یہ جانچ پرکھ ہو چکتی ہے تو مواد کو ترتیب دے کر نتائج نکالے جاتے ہیں، جس سے ایک مجموعی نقطہ نظر بنتا ہے اور ایک نظریہ وجود میں آتا ہے۔ لہٰذا تحقیق میں نظریہ سب سے آخر میں وجود میں آتا ہے لیکن پہلے سے ایک نظریہ قائم کر کے اسے ثابت کرنے کی کوشش کرنا تحقیق کی نفی کرنے کے برابر ہے۔ اس میں محقق کی محض ذاتی خواہش کی تکمیل ہوتی ہے۔ وہ ذاتی مقاصد کیلئے مواد حاصل کر کے غلط نتائج تک پہنچتا ہے، جبکہ

---

[23] ڈاکٹر عطش درانی، جدید رسمیات تحقیق (لاہور: اردو سائنس بورڈ، 2005ء) ص 27۔
[24] قریشی، عبدالرزاق، مبادیات تحقیق، ص 2۔

سچا محقق ہمیشہ تحقیق کا مذکورہ بالا سائنسی طریقہ اپنا کر مسئلے کو پرکھتے ہوئے صحیح نتائج کی منزل تک پہنچتا ہے۔[25]

بطور تفنن یہاں جوہری کے معروف محاولہ طیران کا ذکر فائدے سے خالی نہ ہوگا، جس سے معلوم ہوگا کہ بعض علوم میں تحقیق کے لئے فرضیہ کا نتیجہ ہلاکت بھی ہو سکتا ہے،ابو نصر اسماعیل بن حماد الجوھري (م 393ھ) لغت کی معروف کتاب "الصحاح تاج اللغة وصحاح العربية " کے مؤلف تھے،ان کے بارے میں مشہور ہے کہ انہوں نے فرض کر لیا کہ انسان اُڑ سکتا ہے،بیان کیا جاتا ہے کہ تجربہ کرنے کے لیے وہ نیشا پور کی قدیم جامع مسجد کے مینار پر چڑھ گئے، وہاں سے چھلانگ لگادی، نتیجۃً مر گئے۔ابن الانباری (م577ھ) نے لکھا ہے:

واعترى الجوهريّ وسوسة فانتقل إلى الجامع القديم في نيسابور، وصعد إلى سطحه، وقال: أيّها الناس إني قد عملتُ في الدنيا شيئاً لم يغلب على، فسأعمل فى الآخرة أمراً لم أُسبق إليه، وضمّ إلى جناحيه مصراعي بابٍ وشدهما بخيط، وصعد مكاناً عالياً وزعم أنه يطيرفوقع فمات وبقى الكتاب غير منقح ولا مبيض، فبيضه بعض اصحابه؛ابواسحاق ابن صالح الوراق بعد موته۔"[26].

جوھری کے دماغ میں وسوسہ پیش آیا(کہ انسان ہوا میں اڑ سکتا ہے)، نیشا پور کی قدیم مسجد کی چھت پر چڑھ کر بولے: "اے لوگوں میں نے دنیا میں (لغت لکھ کر)ایسا کارنامہ سرانجام دیا ہے جس کا مقابلہ کوئی نہیں کر سکتا، سو اب آخر میں بھی ایسا کام کروں گا جس پر کسی نے مجھ سے سبقت نہیں لی"، دروازے کے دو پاٹوں کو بطور پر رسیوں سے باندھ لیا، بلند مکان پر چڑھ گئے اور گمان کر بیٹھے کہ وہ اڑ پائیں گے، لیکن زمین پر آگرے اور وفات پائی، کتاب کی تنقیح و تبییض باقی رہ گئی، جس کو ان کے ایک شاگرد ابو اسحاق ابن صالح الوراق نے ان کی وفات کے بعد سرانجام دیا۔

---

[25] ڈاکٹر تبسم کاشمیری،ادبی تحقیق کے اصول، ص25۔

[26] الأنباري،عبد الرحمن بن محمد أبو البركات كمال الدين، نزهة الألباء فى طبقات الادباء، تحقيق۔ الدكتور إبراهيم السامرائى (الاردن: مكتبة المنار ،1985ء)ص 252-253۔ جوہری کے تفصیلی حالات کے لئے ملاحظہ ہو: الزركلى، خيرالدين، الاعلام، 309/1؛ السيوطى، جلال الدين، بغية الوعاة، 446/1؛ الذهبى، شذرات الذهب، 142/3؛ ياقوت الحموى، معجم الادباء:رشاد الاريب الى معرفة الاديب(بيروت لبنان: دارالغرب الاسلامى، 1993ء)658/2؛طاشكبرى زاده،مفتاح السعادة، 99/1۔